Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 01, January-March 2025, **PP**: 153-164
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

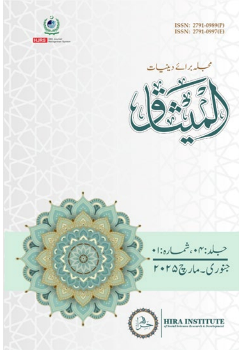

اسماء قرآن کی تعداد اور ان کے معانی کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ کے نقطہ نظر کا تعارفی جائزہ

An Overview of Imām Ṭabrī's Perspective on the Number and Significance of the Names of the Qur'ān

1. Abdul Basit
abbasit409@gmail.com
Ph. D Scholar,
Department of Qur'ānic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.

2. Dr. Zia Ur Rehman
zia.rehman@iub.edu.pk
Chairman,
Department of Qur'ānic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.

How to Cite: Abdul Basit and Dr. Zia ur Rehman. 2025: "An Overview of Imām Ṭabrī's Perspective on the Number and Significance of the Names of the Qur'ān". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (01): 153-164.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
15-02-2025	27-03-2025	31-03-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

اسماء قرآن کی تعداد اور ان کے معانی کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ کے نقطہ نظر کا تعارفی جائزہ

An Overview of Imām Ṭabrī's Perspective on the Number and Significance of the Names of the Qur'ān

1. **Abdul Basit**
   Ph. D Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
   abbasit409@gmail.com

2. **Dr. Zia Ur Rehman**
   Chairman, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
   zia.rehman@iub.edu.pk

Abstract

Tafsīr al-Ṭabarī is widely regarded as the foundational work of Qur'ānic exegesis, and its author, Imām al-Ṭabarī (may Allah have mercy on him), is rightfully titled Imām al-Mufassirīn (the Imam of the Qur'ānic exegetes). His commentary is highly esteemed for its depth, comprehensiveness, and methodological rigor. At the outset of his Tafsīr, Imām al-Ṭabarī penned a profound introduction in which he explored various disciplines of Qur'ānic sciences. This introduction includes discussions on the meanings of Qur'ānic verses, Qur'ānic vocabulary (*lugha*), the concept of the seven aḥruf (*saba'a aḥruf*), the necessity of understanding the principles of interpretation (*tafsīr*), the prohibition of interpreting the Qur'ān based purely on personal opinion (*ra'y*), and other foundational sciences and principles related to Qur'ānic exegesis. Among these topics, he also addressed the names of the Qur'ān, presenting various perspectives and evidences before offering his own well-reasoned opinion. Despite the foundational nature of his insights, later works such as al-Itqān fī 'Ulūm al-Qur'ān do not include a detailed mention of the Qur'ānic sciences as outlined by Imām al-Ṭabarī, particularly his discussion on the names of the Qur'ān. While these later texts may refer generally to the names of the Qur'ān, they often omit the specific arguments and interpretations presented by Imām al-Ṭabarī.This research paper aims to fill that gap by exploring Imām al-Ṭabarī's perspective on the names of the Qur'ān as presented in his introduction to Tafsīr al-Ṭabarī. It seeks to highlight the originality and scholarly significance of his contributions in this domain and to establish their relevance as a foundational reference in the study of Qur'ānic sciences.

Keywords: *Qur'ānic sciences, Tafsīr al-Ṭabarī, Qur'ānic exegesis, Names, Significance.*

تعارف

امام طبری رحمہ اللہ امام المفسرین ہیں۔اُن کی تفسیر کو اُمّ التفاسیر کا درجہ حاصل ہے،جو بے مثل تفسیر ہے۔امام طبری رحمہ اللہ نے تفسیر الطبری کے شروع میں ایک مقدمہ بھی لکھا جس میں انہوں نے علوم القرآن کی اہم ترین ابحاث کا ذکر کیا ہے،مثلاً قرآنی آیات کے معنی،لغتِ قرآن، سبع احرف، تاویل، قرآن کی معرفت کی وجوہ، تفسیر بالرائے کی نہی، تفسیر قرآن کے علوم واصول اور سورتوں کے ناموں کے متعلق ابحاث۔اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے قرآن کریم کے ناموں کی تعداد اور ان کے معنی کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے اور اس میں انہوں نے قرآن کریم کے ناموں کی تعداد ان کے بارے میں سب دلائل اور معنی ذکر کیے ہیں پھر آخر میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے ان کے معنی میں ترجیح دی ہے۔امام طبری رحمہ اللہ چونکہ امام المفسرین ہیں تو ان کے بیان کردہ ان علوم القرآن کو بنیاد

ہونا چاہیے تھا لیکن علوم القرآن کی بڑی بڑی کتب مثلاً البرہان فی علوم القرآن، الاتقان فی علوم القرآن میں قرآن کریم کے علوم کے بارے میں اگرچہ ابحاث موجود ہیں لیکن ان میں امام طبری رحمہ اللہ کی بیان کردہ چیزوں کا ذکر نہیں ملتا۔ اس مضمون میں امام م طبری رحمہ اللہ کے قرآن کریم کے ناموں کی تعداد اور ان کے معنی کے بارے میں نقطہ نظر کو بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کے اسماء کی تعداد کے بارے میں علماء کی آراء

قرآن کریم کے ناموں کی تعداد کیا ہے اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ان کی تعداد کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ امام ابوعبداللہ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی نے البرہان فی علوم القرآن میں دو قول نقل کیے ہیں:

- اول: قاضی ابوالمعالی عزیز بن عبدالملک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے پچپن نام رکھے ہیں۔
- دوم: الحرالی نے اس بارے میں ایک جزء لکھا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ قرآن کریم کے نوے سے زائد نام ہیں۔ [1]

امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی الاتقان میں پچاس نام ذکر کیے ہیں۔ [2]

امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کریم کے اسماء کی تعداد

امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کریم کے ناموں کی تعداد چار ہے۔ ذیل میں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے:

اسمِ اوّل: القرآن

امام طبری کے نزدیک قرآن کا پہلا نام "القرآن" ہے۔ اس کا ذکر درج ذیل آیات میں ملتا ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاأَوْحَيْنَاإِلَيْكَ هَذَاالْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ۔ [3]

ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کرکے ایک بڑا اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ اس سے پہلے آپ (اس سے) بے خبر تھے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ [4]

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

اسم دوم: الفرقان

اس کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا [5]

بہت برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) نازل کی تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔

اسم سوم: الکتاب

اس کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا [6]

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔

اسم چہارم: الذکر

اس کا ذکر درج آیت میں ہوا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[7]

بیشک ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کریم کے یہ چار نام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

اسماء قرآن کے معانی

قرآن کریم میں بیان کردہ چاروں ناموں میں سے ہر ایک کے الگ الگ معنی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

القرآن کے معنی

علماء نے القرآن کے کئی طرح معنی بیان کیے ہیں۔ مثال کے طور پر امام زرکشی القرآن کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الْقُرْآنُ فَقَدِ اخْتَلَفُوا فِيهِ فَقِيلَ هُوَ اسْمٌ غَيْرُ مُشْتَقٍّ مِنْ شَيْءٍ بَلْ هُوَ اسْمٌ خَاصٌّ بِكَلَامِ اللَّهِ وَقِيلَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْقَرْيِ وَهُوَ الْجَمْعُ وَمِنْهُ قَرَيْتُ الْمَاءَ فِي الْحَوْضِ أَيْ جَمَعْتُهُ قَالَهُ الْجَوْهَرِيُّ وَغَيْرُهُ[8]

لفظ "القرآن" میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہا گیا ہے یہ اسم کسی چیز سے مشتق نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا خاص نام ہے اور کہا گیا یہ القَرْي سے مشتق ہے اس کا معنی جمع کرنا ہے اس سے "قریت الماء فی الحوض" ہے یعنی میں نے پانی کو حوض میں جمع کیا۔ جوہری وغیرہ کا یہ مؤقف ہے۔

امام راغب القرآن کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا يُقَالُ لِكُلِّ جَمْعٍ قُرْآنٌ وَلَا لِجَمْعِ كَلِّ كَلَامٍ قُرْآنٌ وَلَعَلَّ مُرَادَهُ بِذَلِكَ فِي الْعُرْفِ وَالِاسْتِعْمَالِ لَا أَصْلِ اللُّغَةِ[9]

ہر جمع شدہ (کتاب وغیرہ) کو قرآن نہیں کہا جاتا اور نہ ہر کلام کے جمع کو قرآن کہا جاتا ہے اور شاید اس سے ان کی مراد عرف اور استعمال میں ہے اصل لغت میں نہیں ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

سُمِّيَ قُرْآنًا لِكَوْنِهِ جَمَعَ ثَمَرَاتِ الْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ السَّابِقَةِ۔[10]

اس کا نام قرآن رکھا گیا اس وجہ سے کہ اس نے تمام سابقہ نازل شدہ کتب کو جمع کیا ہے۔

الہروی "القرآن" کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ جَمَعْتَهُ فَقَدْ قَرَأْتَهُ۔[11]

ہر چیز جس کو تم جمع کرو تو گویا تم نے اس کو پڑھا۔

ابو عبید "القرآن" کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

سُمِّيَ الْقُرْآنُ قُرْآنًا لِأَنَّهُ جَمَعَ السُّوَرَ بَعْضَهَا إِلَى بَعْضٍ۔[12]

القرآن کا نام قرآن اس لیے رکھا گیا کیونکہ اس نے سورتوں کو آپس میں جمع کیا ہے۔

یعنی ان کے نزدیک قرآن کا معنی جمع کرنے والا ہے۔ بعض کا کہنا ہے:

لِأَنَّهُ جَمَعَ أَنْوَاعَ الْعُلُومِ كُلِّهَا بِمَعَانٍ كَمَا قَالَ تَعَالَى مَا فَرَّطْنَا في الكتاب من شيء۔[13]

اس وجہ سے اس کا نام قرآن رکھا گیا کیونکہ اس نے علوم کی تمام اقسام کو اپنے اندر مختلف معنوں کے ساتھ جمع کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔

بعض متاخرین کا کہنا ہے کہ:

لا يكون القرآن وقرأ مَادَّتُهُ بِمَعْنَى جَمَعَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى:إِنَّ عَلَيْنَا جمعه وقرآنه فَغَايَرَ بَيْنَهُمَا وَإِنَّمَا مَادَّتُهُ قَرَأَ بِمَعْنَى أَظْهَرَ وَبَيَّنَ وَالْقَارِئُ يُظْهِرُ الْقُرْآنَ وَيُخْرِجُهُ وَالْقُرْءُ الدَّمُ لِظُهُورِهِ وَخُرُوجِهِ وَالْقُرْءُ الْوَقْتُ فَإِنَّ التَّوْقِيتَ لَا يَكُونُ إِلَّا بِمَا يَظْهَرُ[14]

القرآن اور قرء کا مادہ جمع کے معنی میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:"إن علينا جمعه و قرآنه" ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اور بیشک اس کا مادہ قرأ بمعنی ظاہر کیا اور واضح کیا ہے کے معنی میں ہے، قاری قرآن کو ظاہر کرتا ہے اور اس کو نکالتا ہے (یعنی زبان سے ادا کرتا ہے) اور (اسی طرح) القرء (نام القرء) اس کے ظاہر ہونے اور نکلنے کی وجہ سے ہے اور القرء الوقت یہ بھی اسی وقت ہوتا ہے جب وہ ظاہر ہو۔

یعنی اس قول میں قرآن کا مادہ قرء بمعنی جمع کرنے میں نہیں ہے بلکہ یہ قرء بمعنی ظاہر کرنا اور بیان کرنا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک القرآن کے معنی

امام طبری رحمہ اللہ نے القرآن کے معنی کے بارے میں دو مؤقف بیان کیے ہیں پھر ان دونوں میں سے ایک کو دلائل کے ساتھ ترجیح دی ہے۔ دونوں مؤقف کی تفصیل آئندہ سطور میں پیش کی جاتی ہے۔

پہلا مؤقف

یہ مؤقف سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ اس کے مطابق "القرآن" کے معنی تلاوت اور قرات ہیں، ان کے مؤقف کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا الْقُرْآنُ: فَإِنَّ الْمُفَسِّرِينَ اخْتَلَفُوا فِي تَأْوِيلِهِ، وَالْوَاجِبُ أَنْ يَكُونَ تَأْوِيلُهُ عَلَى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مِنَ التِّلَاوَةِ وَالْقِرَاءَةِ، وَأَنْ يَكُونَ مَصْدَرًا مِنْ قَوْلِ الْقَائِلِ: قَرَأْتُ الْقُرْآنَ، كَقَوْلِكَ الْخُسْرَانَ: مِنْ خَسِرْتُ، وَالْغُفْرَانَ: مِنْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ، وَالْكُفْرَانَ: مِنْ كَفَرْتُكَ. وَالْفُرْقَانَ: مِنْ فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ[15]

جہاں تک "القرآن" کا تعلق ہے، مفسرین نے اس کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور اس کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ہونی چاہیے اس کے معنی تلاوت اور قرأت کے ہیں اور لازم ہے کہ یہ کہنے والے کے اس قول سے مصدر ہو: "قرأت" جیسا تمہارا یہ کہنا: "خسرت" سے "الخسران" اور "غفر اللہ لک" سے "الغفران" اور "کفرتک" سے "الکفران" اور "فرق اللہ بین الحق والباطل" سے "الفرقان" ہے۔

دلائل

اس مؤقف کے دلائل میں سب سے پہلے سورۃ القیامۃ کی آیت نمبر 18 کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ:

يَقُولُ: بَيَّنَّاهُ، فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، يَقُولُ: اعْمَلْ بِهِ[16]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا معنی یہ ہے کہ جب ہم اس کو آپ کے لیے قرأت کے ساتھ بیان کریں تو اس پر عمل کرو جو ہم آپ کے لیے قرأت کے ساتھ بیان کریں۔[17] اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک قرآن کریم کا معنی پڑھنا ہے یہ قرا یقرء (بمعنی پڑھنا) سے مصدر ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: ہم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی تاویل میں جو کہا ہے اس کے صحیح ہونے کی جو وضاحت کرتا ہے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ:إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ(القيامة: 17)قَالَ:أَنْ نُقْرِئَكَ فَلَا تَنْسَى،{فَإِذَا قَرَأْنَاهُ} (القيامة: 18)عَلَيْكَ{فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ}(القيامة: 18)يَقُولُ:إِذَا تُلِيَ عَلَيْكَ،فَاتَّبِعْ مَا فِيهِ[18]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں مروی ہے: بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ فرمایا: ہم آپ ﷺ کو پڑھائیں گے تو آپ ﷺ بھولیں گے نہیں۔"تو جب ہم اس کو پڑھیں" آپ ﷺ پر "تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کرو"فرماتے ہیں: جب آپ پر (اس قرآن کی) تلاوت کی جائے تو جو اس کے اندر ہے آپ اس کی پیروی کریں۔

مزید فرماتے ہیں:

فَقَدْ صَرَّحَ هَذَا الْخَبَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مَعْنَى الْقُرْآنِ عِنْدَهُ الْقِرَاءَةُ، فَإِنَّهُ مَصْدَرٌ مِنْ قَوْلِ الْقَائِلِ قَرَأْتَ عَلَيَّ مَا قَدْ قُلْنَاهُ[19]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس خبر نے اس بات کی صراحت کر دی کہ ان کے نزدیک "القرآن" کے معنی قرأت ہے اور یہ کہنے والے کے قول "قرأت" سے مصدر ہے جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔

دوسرا موٴقف

"القرآن" کے معنی کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ نے دوسرا موٴقف امام قتادہ رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے، ان کے نزدیک "القرآن" کے معنی تالیف کرنا، اکٹھا کرنا اور ملانا ہے۔ اس کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا عَلَى قَوْلِ قَتَادَةَ، فَإِنَّ الْوَاجِبَ أَنْ يَكُونَ مَصْدَرًا، مِنْ قَوْلِ الْقَائِلِ قَرَأْتُ [ص:91] الشَّيْءَ إِذَا جَمَعْتُهُ وَضَمَمْتُ بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ، كَقَوْلِكَ: مَا قَرَأَتْ هَذِهِ النَّاقَةُ سَلًى قَطُّ، تُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا لَمْ تَضُمَّ رَحِمًا عَلَى وَلَدٍ، كَمَا قَالَ عَمْرُو بْنُ كُلْثُومٍ التَّغْلِبِيُّ:

تُرِيكَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى خَلَاءٍ ... وَقَدْ أَمِنَتْ عُيُونَ الْكَاشِحِينَا

ذِرَاعَيْ عَيْطَلٍ أَدْمَاءَ بِكْرٍ ... هِجَانِ اللَّوْنِ لَمْ تَقْرَأْ جَنِينَا

يَعْنِي بِقَوْلِهِ: لَمْ تَقْرَأْ جَنِينًا: لَمْ تَضْمُمْ رَحِمًا عَلَى وَلَدٍ[20]

جو قتادہ رحمہ اللہ کا (القرآن کے معنی کے بارے میں) قول ہے تو اس سے یہ واجب ہوتا ہے کہ (القرآن) کہنے والے کے اس قول: "قرأت الشيء" سے مصدر ہے جب وہ اس چیز کو جمع کرے اور اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے۔ جیسے تمہارا یہ کہنا ہے: "ماقرأت هذه الناقةسلى قط"(اس کا معنی یہ ہوگا اس اونٹنی نے کبھی بچہ جنم نہیں دیا وہ کبھی حاملہ نہیں ہوئی) سے مصدر ہو۔ (یعنی اگر القرآن کا معنی جمع کرنا اور اکٹھا کرنا کریں تو یہ لازم ہے کہ یہ قراء سے مصدر ہو جیسا کہ مثال دی ہے) جیسا کہ عمرو بن کلثوم تغلبی کا شعر ہے۔ یعنی انہوں نے "لم تقرأ جنينا" کا معنی یہ کیا ہے کہ سفید رنگ اونٹنیاں جو ابھی تک حاملہ نہیں ہوئیں۔

یعنی قتادہ رحمہ اللہ کے نزدیک "القرآن" کا معنی قرء بمعنی جمع کرنا ہے۔

اس موٴقف کے دلائل

عن قتادةفي قوله تعالى:(إِنَّ عَلَيْنَاجَمْعَهُ وقرآنه)يقول:حفظه وتأليفه،(فَإِذَاقَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ) اتَّبع حلاله،واجتنب حرامه[21]

قتادہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں مروی ہے: "إِنَّ عَلَيْنَاجَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ"فرماتے ہیں: اس کا

حفظ کرنا اور اس کا تالیف کرنا۔"فَإِذَاقَرَأْنَاهُ فَاتبع قرآنهُ" اس کے حلال کی پیروی کرو اور اس کے حرام سے بچو۔
عن قتادة بمثله.فرأى قتادة أن تأويل "القرآن":التأليف۔[22]

قتادہ رحمہ اللہ سے اس (اوپر والے قول) کی طرح مروی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ "القرآن" کی تاویل "تالیف" یعنی جمع کرنا ہے۔ (یعنی قرآن کا معنی "تالیف" یعنی جمع کرنا ہے)

امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک راجح قول

امام طبری رحمہ اللہ نے ان دونوں اقوال میں سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤقف کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں:
وَلِكِلَا الْقَوْلَيْنِ أَعْنِي قَوْلَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَوْلَ قَتَادَةَ، اللَّذَيْنِ حَكَيْنَاهُمَا، وَجْهٌ صَحِيحٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ. غَيْرَ أَنَّ أَوْلَى قَوْلَيْهِمَا بِتَأْوِيلِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ} [القيامة: 18] قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ[23]

یہ دونوں مذکور اقوال یعنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ کے قول جو ہم نے بیان کیے ہیں کلام عرب میں یہ دونوں وجوہ جائز ہیں۔ لیکن ان دونوں قولوں میں سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنه" کی تاویل کے زیادہ قریب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (یعنی "القرآن" قراء بمعنی پڑھنا مصدر سے ہے)

دلائلِ ترجیح

مذکورہ قول کی ترجیح میں امام طبری رحمہ اللہ نے درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی آیات میں نبی کریم ﷺ کو اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا اور آپ ﷺ کو اس میں سے کسی حکم کو تالیف قرآن تک چھوڑنے کی رخصت نہیں دی۔[24]
2. اگر "القرآن" کے معنی تالیف کریں تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعَ قُرْآنَهُ" کے معنی یوں ہوں گے جب اس کو تالیف کر لیں تو اس تالیف کئے ہوئے کی پیروی کرو تو پھر یہ بات بھی لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: "اقرأ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" کا حکم بھی لازم نہیں ہے اور اس فرمان: "يَا أَيُّهَا الْمُدثر قُمْ فَأَنذِر" اور اس جیسے دیگر احکام کا حکم بھی لازم نہیں جب تک تالیف مکمل نہیں ہو جاتی۔ اس کے ساتھ اگر کوئی یہ کہے (یعنی وہ یہ کہتا ہے جب تک قرآن کی تالیف نہیں ہوئی اس پر عمل کرنا واجب نہیں تھا) تو وہ اہل ملت کے قول سے خارج ہے کیونکہ امت کا اجماعی مؤقف ہے کہ قرآن کریم میں جو احکام نازل ہوئے ان کا ماننا لازم ہے اگرچہ قرآن کی تالیف ہو چکی تھی یا نہیں ہوئی تھی۔[25]
3. جب یہ بات صحیح ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں سے ہر آیت کے حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا نبی کریم ﷺ کے لیے لازم تھا چاہے وہ آیت تالیف ہو چکی ہو یا تالیف نہ ہوئی ہو۔ تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول صحیح ہے جو وہ "القرآن" کا معنی پڑھنا کرتے ہیں اور وہ قول صحیح نہیں ہے جو القرآن کا معنی تالیف کرتے ہیں۔[26]

اس دلیل کے ثبوت میں وہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک شعر سے استدلال کرتے ہیں:
ضَحَّوْا بِأَشْمَطَ عُنْوَانُ السُّجُودِ بِهِ ... يُقَطِّعُ اللَّيْلَ تَسْبِيحًا وقُرْآنَا۔[27]
اس میں شاعر کے کلام "قرآن" سے اس کی مراد پڑھنا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

امام طبری رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دی اور اس کے حق میں دلائل بیان کئے ہیں۔ اس موقف پر ایک ممکنہ اعتراض خود ہی نقل کرکے اس کا جواب بھی آپ دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: وَكَيْفَ يَجُوزُ أَنْ يُسَمَّى قُرْآنًا بِمَعْنَى الْقِرَاءَةِ، وَإِنَّمَا هُوَ مَقْرُوءٌ؟ قِيلَ كَمَا جَازَ أَنْ يُسَمَّى الْمَكْتُوبُ كِتَابًا، بِمَعْنَى كِتَابُ الْكَاتِبِ، كَمَا قَالَ الشَّاعِرُ، فِي صِفَةِ كِتَابِ طَلَاقٍ، كَتَبَهُ لِامْرَأَتِهِ:

تُؤَمِّلُ رَجْعَةً مِنِّي وَفِيهَا ... كِتَابٌ مِثْلُ مَا لَصِقَ الْغِرَاءُ[28]

اگر کوئی کہنے والا کہے کہ " القرآن کا معنی قراۃ (یعنی مصدری معنی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ تو مقروء (مفعول) ہے؟ اس کا جواب یہ ہے: ویسے ہی (قرآن کا معنی قراۃ) ہو سکتا ہے جیسے کاتب کی کتاب کے معنی میں مکتوب کو کتاب کہا جاتا ہے جیسے شاعر نے اپنی بیوی کو طلاق کا مکتوب (خط) لکھا تو اس نے اس مکتوب کو کتاب کہا ہے۔

یعنی شاعر نے اس مکتوب کو جس طرح کتاب کہا ہے ویسے ہی قرآن کا معنی قراۃ ہے۔

معلوم ہوا کہ القرآن کا معنی پڑھنا، قرأت کرنا سب سے صحیح ہے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ نے جو معنی تالیف کرنا کیا ہے اگرچہ کلام عرب میں وہ معنی جائز ہے لیکن قرآن کریم کے لیے وہ معنی جائز نہیں ہے۔

الفرقان کے معنی

"الفرقان" کے معنی کے بارے میں اہل علم نے کئی مفاہیم بیان کیے ہیں۔ مثال کے طور پر:

- عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: هُوَ النَّجَاةُ وَكَذَلِكَ كَانَ السُّدِّيُّ يَتَأَوَّلُهُ [29]

عکرمہ کہتے ہیں: یہ نجات ہے (یعنی الفرقان کا معنی نجات ہے) اور سدی بھی اسی طرح اس کی تاویل کرتے ہیں۔

- وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: الْفُرْقَانُ: الْمَخْرَجُ۔[30]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: "الفرقان" (اس کا معنی) مخرج ہے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ بھی اس کی تاویل میں یہی فرماتے تھے (یعنی اس کا معنی مخرج ہے)۔

- امام مجاہد رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں ایک اور قول بھی مروی ہے:

عَنْ مُجَاهِدٍ وَكَانَ مُجَاهِدٌ يَقُولُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: يَوْمَ الْفُرْقَانِ [الأنفال: 41] يَوْمَ فَرَقَ اللَّهُ فِيهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ[31]

مجاہد رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "يَوْمَ الْفُرْقَانِ" کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا۔

- امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا تَسْمِيَتُهُ فُرْقَانًا فَلِأَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ وَالْمُنَافِقِ فيه سمى عمر بن الخطاب الفاروق[32]

جو اس کا نام فرقان ہے یہ اس لیے کہ اس نے حق اور باطل میں، مسلمان اور کافر میں، مؤمن اور منافق میں فرق کیا ہے اور اس سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام بھی فاروق رکھا گیا۔

- امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فلانه فرَقٌ بَيْنَ الْحَقّ وَالْبَاطِلِ[33]

الفرقان کے معنی میں یہ تمام تاویلات الفاظ کے اختلاف کے ساتھ معنی میں ایک دوسرے کے قریب ہیں، اس لیے کہ جو کسی کام میں ہو اس کے لیے مخرج بنایا جائے تو اس مخرج کو اس کے لیے نجات بنایا جاتا ہے اور ایسے ہی جب اس کو اس سے نجات دے دی جائے تو گویا اس کے مخالفین کے مقابلے میں اس کی مدد کی گئی اور اس کے اور اس کے ساتھ برائی کرنے والوں کے درمیان علیحدگی کر دی گئی۔ تو الفرقان کے معنی میں جو بھی بیان کیا ہے الفاظ کے معنی کے اتفاق کی وجہ سے صحیح المعانی ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ کا مؤقف

الفرقان کے معنی کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَصْلُ الْفُرْقَانِ عِنْدَنَا: الْفَرْقُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ، وَالْفَصْلُ بَيْنَهُمَا وَقَدْ يَكُونُ ذَلِكَ بِقَضَاءٍ، وَاسْتِنْقَاذٍ، وَإِظْهَارِ حُجَّةٍ، وَتَصَرُّفٍ، وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْمَعَانِي الْمُفَرِّقَةِ بَيْنَ الْمُحِقِّ وَالْمُبْطِلِ. فَقَدْ تَبَيَّنَ بِذَلِكَ، أَنَّ الْقُرْآنَ سُمِّيَ فُرْقَانًا، لِفَصْلِهِ بِحُجَّتِهِ وَأَدِلَّتِهِ وَحُدُودِهِ وَفَرَائِضِهِ وَسَائِرِ مَعَانِي حُكْمِهِ، بَيْنَ الْمُحِقِّ وَالْمُبْطِلِ، وَفُرْقَانُهُ بَيْنَهُمَا بِنَصْرِهِ الْمُحِقَّ وَتَخْذِيلِهِ الْمُبْطِلَ، حُكْمًا وَقَضَاءً[34]

ہمارے نزدیک "الفرقان" کی اصل دو چیزوں کے درمیان فرق اور فیصلہ کرنا ہے اور یہ (فرق) فیصلہ کرنے، حق وصول کرنے، دلیل کے اظہار اور تصرف اور اس جیسے معنی کے ساتھ حق والے اور باطل والے کے درمیان ہوتا ہے اور اس سے واضح ہوا کہ قرآن کا نام فرقان اس لیے رکھا گیا کہ اس نے اپنی حجت، دلائل، حدود و فرائض اور اس کے حکم کے تمام معانی کے ساتھ حق اور باطل میں فرق کیا ہے اور دونوں کے درمیان فرق کرنا یہ ہے کہ اس نے حکم اور فیصلے میں حق والے کی مدد کی اور باطل والے کو رسوا کیا۔

الکتاب کے معنی

کتاب کے معنی کے بارے میں علماء سے کئی طرح کے اقوال منقول ہیں۔ مثال کے طور پر امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا الْكِتَابُ فَهُوَ مصدر كتب يكتب كتابة وَأَصْلُهَا الْجَمْعُ وَسُمِّيَتِ الْكِتَابَةُ لِجَمْعِهَا الْحُرُوفَ فَاشْتُقَّ الْكِتَابُ لِذَلِكَ لِأَنَّهُ يَجْمَعُ أَنْوَاعًا مِنَ الْقِصَصِ وَالْآيَاتِ وَالْأَحْكَامِ وَالْأَخْبَارِ عَلَى أَوْجُهٍ مَخْصُوصَةٍ وَيُسَمَّى الْمَكْتُوبُ كِتَابًا مَجَازًا[35]

یہ کتب یکتب سے مصدر ہے اور اس کی اصل جمع کرنا ہے اور کتابۃ کا نام (کتابۃ) اس لیے رکھا گیا کیونکہ یہ حروف کو جمع کرتی ہے اور الکتاب اس لیے مشتق کیا گیا کہ اس نے قصص، آیات، احکام اور اخبار کو مخصوص وجوہ پر جمع کیا ہے اور مکتوب کو مجازاً کتاب کہا جاتا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّاتَسْمِيتُهُ كِتَابًافَلِجَمْعِهِ أنواع العلوم والقصص والأخبارعلى أبلغ وَجْهٍ وَالْكِتَابُ لَغَةً الْجَمْعُ[36]

اس کا نام "الکتاب" اس کے علوم، قصص اور اخبار کو سب سے بلیغ وجہ پر جمع کرنے کی وجہ سے ہے اور الکتاب کا لغوی معنی جمع کرنا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک "الکتاب" کا معنی

امام طبری کے نزدیک بھی یہ "کتبت کتابا" سے مصدر ہے۔ کتاب سے مراد حروف تہجی کے مجموعہ اور متفرقہ حروف پر مبنی

کاتب کا خط ہے اور اس کو کتاب کا نام دیا جاتا ہے اور یہ مکتوب (لکھا ہوا) ہوتا ہے۔ جیسے کہ شاعر نے کہا ہے:

وَفِيهَا ... كِتَابٌ مِثْلُ مَا لَصِقَ الْغِرَاءُ[37]

اس میں کتاب کا معنی لکھی ہوئی چیز ہے۔

الذکر کے معنی

الذکر کے معنی کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا تَسْمِيَتُهُ ذِكْرًا فَلِمَا فِيهِ مِنَ الْمَوَاعِظِ وَالتَّحْذِيرِ وَأَخْبَارِ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَهُوَ مَصْدَرُ ذَكَرْتُ ذِكْرًا وَالذِّكْرُ الشَّرَفُ قَالَ تَعَالَى: {لَقَدْ أَنْزَلْنَا إليكم كتابا فيه ذكركم} أَيْ شَرَفُكُمْ[38]

اس کا نام الذکر اس لیے ہے کہ اس میں مواعظ، تحذیر اور سابقہ امتوں کی خبریں ہیں اور یہ "ذکرت ذکراً" سے مصدر ہے اور الذکر شرف بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل کی جس میں تمہارا ذکر ہے۔ یعنی تمہارا شرف (عزت) ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الذِّكْرُ فَلِمَا فِيهِ مِنَ الْمَوَاعِظِ وَأَخْبَارِ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالذِّكْرُ أَيْضًا الشَّرَفُ قَالَ تَعَالَى: (وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ) أَي شَرَفٌ لأَنَّهُ بِلَغَتِهِمْ[39]

اس کا نام "الذکر" اس لیے ہے کہ اس میں مواعظ اور سابقہ امتوں کی خبریں ہیں اور ذکر اسی طرح شرف کو بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور بیشک یہ ذکر ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے" یعنی شرف ہے اس لیے کہ ان کی لغت میں ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک معنی

قرآن کریم کا نام "الذکر" امام طبری رحمہ اللہ کے نزدیک دو مفاہیم کو شامل ہے۔ پہلے کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَحَدُهُمَا أَنَّهُ ذِكْرٌ مِنَ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ، ذَكَّرَ بِهِ عِبَادَهُ، فَعَرَّفَهُمْ فِيهِ حُدُودَهُ وَفَرَائِضَهُ، وَسَائِرَ مَا أَوْدَعَهُ مِنْ حُكْمِهِ[40]

ایک اس کا معنی اللہ عزوجلّ کا ذکر ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے بندوں کو نصیحت کی، اس میں ان کو اس کی حدود، فرائض اور احکام کی پہچان کروائی۔

جبکہ دوسرے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

وَالْآخَرُ أَنَّهُ ذِكْرٌ وَشَرَفٌ وَفَخْرٌ لِمَنْ آمَنَ بِهِ وَصَدَّقَ بِمَا فِيهِ، كَمَا قَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ:"وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ" يَعْنِي بِهِ أَنَّهُ شَرَفٌ لَهُ وَلِقَوْمِهِ[41]

دوسرا معنی کہ یہ اس شخص کے لیے ذکر، شرف اور فخر ہے جو اس پر ایمان لایا اور جو اس میں ہے اس کی تصدیق کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ" یعنی اس سے مراد لیا ہے کہ یہ ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے شرف ہے۔

حاصل بحث

امام طبری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے باقاعدہ طور پر تفسیر کی کتاب لکھی۔ انہوں نے اس کتاب کے شروع میں علوم القرآن پر

مشتمل ایک اہم مقدمہ لکھا جس کی ایک بحث قرآن کریم کے اسماء کے بارے میں ہے کہ ان کے معنی اور مشتقات کیا ہیں۔ تفسیر طبری بعد میں آنے والے مفسرین کے لیے ایک نمونہ تھی لیکن امام طبری رحمہ اللہ نے مقدمہ میں علوم القرآن کی جو ابحاث لکھیں، بعد میں علوم القرآن پر لکھنے والوں نے ان کا کہیں ذکر نہیں کیا حتی کہ امام زرکشی اور امام سیوطی رحمہما اللہ جن کی کتابیں علوم القرآن میں بنیادی ماخذ شمار ہوتی ہیں، نے بھی امام طبری رحمہ اللہ کے بیان کردہ علوم القرآن کا ذکر نہیں کیا۔ اسماء قرآن کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ کا موقف سب سے عمدہ، مضبوط اور مدلل ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ نے قرآن کریم میں مذکور قرآن کریم کے چار نام ذکر کیے پھر ان چاروں کے بارے میں تفصیلاً بحث کی ہے۔ القرآن کے معنی ان کے نزدیک پڑھی گئی کتاب ہے جو قرء مصدر بمعنی پڑھنا سے مشتق ہے۔ الکتاب کے معنی جمع کرنے والی ہے ان کے نزدیک الکتاب کے معنی لکھی ہوئی چیز ہے جو حروف اور الفاظ پر مشتمل کاتب کا لکھا ہوا مکتوب ہے۔ قرآن کا نام "الفرقان" اس لیے رکھا گیا کہ اس نے اپنی حجت، دلائل، حدود و فرائض اور اس کے حکم کے تمام معنوں کے ساتھ حق اور باطل میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک چوتھا نام "الذکر" ہے۔ اس کے دو معنی ہیں: ایک معنی اللہ عزوجلّ کا ذکر جس کے ساتھ اس نے اپنے بندوں کو نصیحت کی، اس میں ان کو حدود، فرائض اور احکام کی پہچان کروائی اور دوسرا معنی ہے کہ یہ اس شخص کے لیے ذکر، شرف اور فخر ہے جو اس پر ایمان لایا اور جو اس میں ہے اس کی تصدیق کی۔ یہ امام طبری رحمہ اللہ کا اسماء قرآن کے بارے میں نقطہ نظر تھا جو علوم القرآن کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔

حوالہ جات وحواشی

1 الزرکشی، بدر الدین محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، (بیروت: دار المعرفۃ، 1957ء)، 1/273۔

2 السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، **الاتقان فی علوم القرآن**، (مصر: العربیۃ المصریۃ العامہ، 1974ء)، 1/181۔

3 سورہ یوسف 12:3۔

4 سورۃ النمل 27:76۔

5 سورۃ الفرقان 25:1۔

6 سورۃ الکھف 18:1۔

7 سورۃ الحجر 15:9۔

8 الزرکشی، **البرہان فی علوم القرآن**، 1/277۔

9 ایضاً۔

10 ایضاً۔

11 ایضاً۔

12 ایضاً۔

13 ایضاً۔

14 الزرکشی، **البرہان فی علوم القرآن**، 1/277۔

15 الطبری، محمد بن جریر، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف بہ تفسیر الطبری**، (مکۃ مکرمہ: دار التربیۃ والتراث، 1431ھ)، 1/95۔

16 الطبری،تفسیرالطبری،1/96۔
17 ایضاً،1/95۔
18 ایضاً،1/96۔
19 ایضاً۔
20 ایضاً،1/95۔
21 ایضاً۔
22 ایضاً،1/91۔
23 ایضاً۔
24 ایضاً۔
25 ایضاً،1/97۔
26 ایضاً۔
27 ایضاً۔
28 ایضاً۔
29 ایضاً،1/94۔
30 ایضاً۔
31 ایضاً۔
32 الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن،1/280۔
33 السیوطی،الاتقان فی علوم القرآن،1/183۔
34 الطبری،تفسیر الطبری،1/99۔
35 الزرکشی،البرہان فی علوم القرآن،1/276۔
36 السیوطی،الاتقان فی علوم القرآن،1/181۔
37 الطبری،تفسیرالطبری،1/91۔
38 الزرکشی،البرہان فی علوم القرآن،1/287۔
39 السیوطی،الاتقان فی علوم القرآن،1/183۔
40 الطبری،تفسیر الطبری،1/99۔
41 ایضاً۔